دُرِ ثمن بلال

وہ کمال ہنر یوں بھی کرتا گیا
زخم دیتا گیا زخم بھرتا گیا
دور اُس کی نگاہوں سے منزل ہوئی
جادۂ عشق میں جو بھی ڈرتا گیا
رات پھولوں پہ شبنم برستی رہی
رنگ پھولوں کے رخ کا نکھرتا گیا

عشق، محبت، چاہت، پیار ایک جذبے کے کتنے اظہار ...یہ جذبہ ہر کسی کے دل میں پنپ سکتا ہے بشرطیکہ دل کا ظرف وسیع اور خلوص کے موتیوں سے مرصع ہو، زیرِ نظر کہانی اسی جذبے کے اتار چڑھاؤ کو بے حد متاثر کن انداز میں قاری کو ایک نئی سوچ سے روشناس کراتے ہوئے بڑھتی ہے۔

عشق کے آفاقی جذبے کو ایک نئے انداز میں بیان کرتی دلکش تحریر

قسط 7

عنایہ بیڈ پر لیٹی زارون کو مسلسل کال کر رہی تھی۔ پچھلے کئی گھنٹے سے عنایہ کا زارون سے کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا‘ اس کا کوئی میسج بھی نہیں آیا تھا۔ زارون کا نمبر پچھلے کئی گھنٹے سے بند تھا۔ اسے رہ رہ کر زارون پر غصہ آ رہا تھا۔
”پتا نہیں کہاں ہے یہ...... کیوں فون بند کر رکھا ہے۔ اس سے پہلے تو اس نے ایسا کبھی نہیں کیا۔“ عنایہ غصے میں بڑبڑاتی جھنجلا کر موبائل بیڈ پر پھینک کر سامنے دیوار میں لگی ایل ای ڈی آن کر کے کوئی پروگرام دیکھنے لگی۔
اسی اثنا میں دروازے پر دستک ہوئی۔
”یس کم آن......“ عنایہ نے پلٹ کر دیکھے بغیر کہا۔
دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا تھا...... جس کے اندر داخل ہوتے ہی ایک مخصوص اور قیمتی پرفیوم اور تازہ پھولوں کی مہک نے کمرے کو معطر کر دیا تھا...... وہ جو عام سے حلیے میں پلازو پہ سلیولیس ٹاپ پہنے اوندھی لیٹی ٹی وی دیکھ رہی تھی، ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئی...... قدموں کی چاپ قریب آ رہی تھی۔ عنایہ نے بے یقینی سے پلٹ کر دیکھا تو خوشی سے اس کے منہ سے چیخ نکل گئی تھی۔
"Oh God zaroon, you ? I can,t belive this....."
عنایہ بیڈ سے چھلانگ مار کر اتری اور خوشی سے بے ساختہ اور بے یقینی کے عالم میں زارون سے لپٹ گئی۔
"this is very pleasent surprise"
”خوب صورت لوگ ہی ایسے خوب صورت سرپرائز دیتے ہیں۔“ عنایہ کے لبوں سے بے ساختہ ادا ہونے والے جملے پہ زارون دھیرے سے مسکراتے ہوئے بولا اور اس نے دھیرے سے فلاور باسکٹ اس کی طرف بڑھائی۔
”مجھے یقین نہیں آ رہا...... تم میرے سامنے ہو...... میرے پاس ہو۔“ عنایہ نے پھولوں کی مہک کو محسوس کرتے ہوئے محبت سے کہا۔
”تو پھر بتاؤ مجھے...... کیسے یقین دلاؤں میں تمہیں کہ میں تمہارے سامنے ہوں، تمہارے پاس ہوں؟“ زارون نے گمبھیر لہجے میں کہتے ہوئے عنایہ کو ایک بار پھر خود سے قریب کیا۔
عنایہ نے اس کے حصار سے نکلنے میں ہی عافیت جانی اور بڑھ کر سائڈ ٹیبل پر فلاور باسکٹ رکھی۔
”تمہیں مجھے یقین دلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے...... آ گیا ہے یقین مجھے......“ عنایہ کے لبوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ ٹھہر گئی تھی۔
”لیکن میرا تو دل چاہ رہا ہے تمہیں یقین دلانے کو......“ وہ مسکراتا ہوا اس کے عقب میں اس کے بے حد قریب آ کھڑا ہوا...... اس کے لہجے میں شرارت تھی۔
عنایہ بلش ہوئی۔
”اپنے دل کو سمجھاؤ...... ابھی ایسی فرمائش مت کرے۔“ اس نے پلٹ کر زارون کو دیکھا۔
زارون پینٹ کوٹ میں ملبوس سینے پر بازو لپیٹے اسے وارفتگی سے دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔
”یعنی اب میں اپنے دل کے بجائے تمہاری باتیں مانوں؟“
”ہاں، شادی تک تمہیں میری باتیں ماننی پڑیں گی......“ وہ مسکراتی ہوئی اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی تھی۔
”اور شادی کے بعد......؟“ زارون نے اسے شانوں سے تھام کر خود سے اور قریب کیا۔
”مجھے نہیں پتا۔“ عنایہ نے بلش ہوتے ہوئے اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے پرے کیا اور اس کے قریب سے نکلنا چاہا، زارون نے اس کی کلائی پکڑ لی۔

''مگر مجھے پتا ہے...... شادی کے بعد میں صرف اپنے دل کی سنوں گا...... صرف اپنے دل کی مانوں گا......''
زارون نے فیصلہ سناتے ہوئے محبت سے چور لہجے میں اسے کلائی سے پکڑ کر ایک بار پھر خود سے قریب کیا۔
''تمہارا دل بہت اسٹوپڈ ہے، مجھے پتا ہے وہ ہمیشہ غلط فرمائشیں ہی کرے گا۔'' عنایہ نے اس کی ٹائی کی ناٹ کو ڈھیلا کیا۔
''محبت کرنے والا دل اسٹوپڈ ہی ہوتا ہے...... ہے ناں؟'' زارون نے اس کے ماتھے پر آئے بالوں کو پرے ہٹایا۔
''اچھا ناں...... اب بس بھی کرو......'' اب وہ اس کی قمیص کے بٹنوں سے کھیل رہی تھی۔ اس کے لبوں پر خوب صورت سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔
''کیا بس کروں؟'' زارون آج اسے بھرپور تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔
''اسٹاپ اٹ زارون...... تم روز بروز کتنے بے شرم ہوتے جارہے ہو۔'' عنایہ نے اس کے کندھے پر مکا مارا...... انداز مصنوعی خفگی لیے ہوئے تھا۔
''اور مجھے بے شرم ہونے پر مجبور کون کرتا ہے؟ تم...... تمہاری محبت...... تمہارا حسن......'' زارون نے محبت بھرے لہجے میں بولتے ہوئے اس کی کلائی مروڑ کر خود سے قریب کرلیا تھا۔

☆☆☆

سارہ جب ہوش میں آئی تو...... سب کچھ ختم ہوچکا تھا، وہ اسجد کے بیڈ پر تھی اور اسجد اس کے قریب بیٹھا تھا۔ سارہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی۔
''سارہ میری جان! پلیز اس طرح سے مت رووٴ......''
''کیسے نہ رووٴں......؟ میری زندگی برباد ہوگئی اور تم کہہ رہے ہو کہ میں رووٴں نہیں؟''
''پلیز جانِ اسجد...... محبت میں ایسی غلطیاں ہوجاتی ہیں۔'' اسجد نے پیار سے اسے چپ کرواتے ہوئے اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹانے چاہے۔
''مت کرو مجھ سے بات...... تم نے میرا اعتبار توڑا ہے۔ میرا مان توڑا ہے۔ کچھ نہیں بچا میرے پاس...... میں تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل تک نہیں رہی۔'' وہ بری طرح سے رو رہی تھی۔
''کم آن سارہ پلیز میری جان...... جو ہونا تھا وہ ہوچکا...... ایسا ہوجاتا ہے پیار میں...... تم کیوں پریشان ہوتی ہو......؟ میں ایک ہفتے کے اندر، اندر امی کو تمہارے گھر رشتے کے لیے بھیجوں گا۔ پھر مہینے تک نکاح کر کے تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنے پاس اس گھر میں لے آوٴں گا۔ آئی پرامس میری جان۔'' اسجد اسے اپنے بازو کے حصار میں لے کر ایک بار پھر اسے مستقبل کے خواب دکھانے لگا تھا مگر وہ پھوٹ، پھوٹ کر رو رہی تھی۔ آج اس نے اپنے باپ کی عزت کو اپنی نام نہاد محبت کی بھینٹ چڑھادیا تھا، اسے مٹی میں رول دیا تھا۔ ان کی عزت کا جنازہ نکال دیا تھا...... اسے رونا چاہیے تھا اسے بین کرنے چاہیے تھے۔
''سارہ پلیز...... پلیز ہوش میں آوٴ اس طرح تو تم بیمار پڑ جاوٴ گی...... تمہارے گھر والوں کو شک ہوجائے گا...... اس طرح پرابلم ہوجائے گی تمہیں بھی اور مجھے بھی۔'' اسجد نے اسے سمجھاتے ہوئے سائڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھا کر اس کے لبوں سے لگایا۔
سارہ نے پانی کا گلاس پیچھے کردیا...... اس نے پانی نہیں پیا تھا۔ بس وہ روئے جارہی تھی۔
''دیکھو سارہ اگر تم ایسے ری ایکٹ کروگی تو تمہارے گھر والوں کو شک ہوجائے گا...... اٹھو شاباش، اپنا حلیہ درست کرو...... میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ دیتا ہوں...... اور پلیز...... اس غلطی کا ذکر کبھی بھول کر بھی کسی سے نہ

کرنا...... میں اسی ہفتے امی کو تمہارے گھر بھیجوں گا...... پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔'' اسجد، سارہ کو تسلیاں دے رہا تھا، اسے سمجھا رہا تھا۔

مگر وہ چپ تھی...... البتہ اسجد کے سمجھانے پر وہ اٹھ گئی تھی...... اس نے اسی طرح خاموشی سے باتھ روم میں جا کر منہ دھویا اپنے بال سمیٹے اور بیڈ سے نیچے لٹکتی چادر اٹھا کر اپنے سر پر لے لی تھی...... چادر لیتے ہوئے وہ ایک بار پھر رو پڑی تھی...... جیسے وہ چادر کا مذاق اڑا رہی ہو۔

اسجد اس کا ہاتھ تھام کر کمرے سے باہر لے آیا تھا۔

جب وہ یہاں آئی تھی تو اس کے پاس دنیا کی سب سے قیمتی چیز موجود تھی مگر یہاں سے واپس جاتے ہوئے اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔

اس سے محبت کرنے والے نے وہ قیمتی چیز ''لوٹ'' لی تھی، چھین لی تھی۔ اسے تہی داماں کر دیا تھا۔

اب وہ گھر کے مین گیٹ سے باہر نکل آئے تھے۔ اسجد نے گھر کو لاک لگایا اور بائیک اسٹارٹ کر دی...... سارہ خاموشی سے بائیک پر بیٹھ گئی۔ واپسی پر اس نے اپنے چہرے پر نقاب نہیں چڑھایا تھا۔ تمام راستے وہ بالکل خاموش رہی۔ بیس منٹ کے بعد بائیک سارہ کے گھر کے بجائے گلی کے قریب رک گئی تھی۔ وہ کسی روبوٹ کی طرح بائیک سے اتر گئی۔

''سارہ پلیز...... پریشان نہیں ہونا......'' اسجد نے تسلی دی۔ مگر اس نے تو جیسے اسجد کی بات سنی ہی نہیں تھی۔ وہ اسی طرح خاموشی سے مرے، مرے قدموں کے ساتھ آگے بڑھ گئی تھی۔

جوں، جوں اس کے قدم گھر کی جانب اٹھ رہے تھے اس کا دل اسے ملامت کر رہا تھا۔ وہ کس منہ سے اپنے گھر جائے گی؟ وہ کیسے اپنے گھر والوں سے نظریں ملائے گی......؟ دماغ بار، بار اس سے سوال کر رہا تھا اور وہ اسجد کی دی ہوئی تسلیوں سے اپنے دل کو اپنے دماغ کو بہلا رہی تھی۔

اپنی گلی میں داخل ہوتے ہی اسے بہت سے لوگ اپنے گھر کے سامنے چٹائیاں بچھاتے نظر آئے تھے...... لاشعوری طور پر اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا، اس کے قدم تیز ہو گئے تھے...... جب وہ گھر کے قریب پہنچی تو اسے چیخوں کی آوازیں آ رہی تھیں اور یہ چیخیں تو اماں، زارا اور زویا کی تھیں۔ اس کے جسم سے جیسے کسی نے رہی سہی جان بھی نکال لی تھی۔ وہ حیرت کا بت بنی کانپتی ٹانگوں سے گھر کے اندر داخل ہوئی تو اس کے ارد گرد جھکڑ سے چلنے لگے۔ دماغ ماؤف ہونے لگا...... وہ پھٹی نگاہوں سے سامنے دیکھنے لگی۔ اس کے قدم گھر کی چوکھٹ پر جم گئے تھے۔ شاکر حسین کا مردہ وجود صحن کے بیچ رکھی چارپائی پر پڑا تھا...... سیما بیگم، زارا، نگہت بیگم اور زویا سب شاکر حسین کی چارپائی کے پاس بیٹھی زار و قطار رو رہی تھیں۔ زویا رو، رو کر نڈھال سی شاکر حسین کی چارپائی سے سر لگائے اب گم صم سی انہیں دیکھ رہی تھی۔

سارہ کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا...... اس کا جسم جیسے بے جان ہو گیا تھا۔ زارا روتی ہوئی دروازے میں کھڑی سارہ کی طرف لپکی۔

''سارہ...... ابا چلے گئے...... ہم بے آسرا ہو گئے سارہ...... ابا چلے گئے...... ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔''

زارا کی چیخ و پکار سن کر خضر باہر سے اندر آیا...... مگر اگلے ہی لمحے سارہ چکرا کر فرش پر گر چکی تھی۔ کئی عورتیں دوڑ کر اس کی طرف آئیں۔

''پانی لاؤ...... سارہ بے ہوش ہو گئی ہے...... جلدی کرو۔'' خضر نے اپنی چھوٹی بہن کو عجلت میں آواز دی۔

☆☆☆

زارون کے آتے ہی عنایہ اور وہ شاپنگ میں مصروف ہو گئے تھے۔ interior designer زارون کے بیڈروم کو اس کی شادی کے حوالے سے نیو فرنیچر، پردوں اور نیو کلر اسکیم سے مزید شاندار بنانے میں مصروف ہو چکا تھا۔

ان دونوں کی شادی کے تینوں فنکشنز کے لیے پی سی ہوٹل میں بکنگ کروادی گئی تھی۔ شادی کی مووی شوٹ کرنے کے لیے ملک کے مشہور مووی میکر "معاذ اسٹوڈیو" والوں سے رابطہ کرلیا گیا تھا۔ سب تقریبات کے لیے تمام گھر والوں کے ڈریسز مشہور ڈیزائنرز سے تیار کروائے جا رہے تھے۔

بلاشبہ زارون اور عنایہ کی ہونے والی شادی بڑی اور یادگار شادیوں میں شمار ہونے والی تھی، نور منزل میں نیو جنریشن میں ہونے والی اس پہلی شادی کو لے کر سب گھر والے بہت پُرجوش اور خوش دکھائی دے رہے تھے۔ بس اب اقصم کی آمد کا انتظار تھا...... اس کے اینول ایگزامز ہو رہے تھے...... دوسری طرف ایشال کا ہاتھ اب بالکل ٹھیک ہو چکا تھا...... کچھ دن کے بعد وہ باقاعدگی سے ڈاکٹر عمر کے ساتھ اسپتال جانے لگی تھی۔

پہلے وہ مجبوراً جاتی تھی۔ اب وہ شوق سے جانے لگی تھی۔ شاید یہی وہ سوچ تھی یا تبدیلی کہ وہ میڈیکل کے شعبے کو سیریس لینے لگی تھی اسے احساس ہونے لگا تھا کہ عام آدمی اور ڈاکٹرز کی زندگی میں کتنا فرق ہوتا ہے کہ ڈاکٹر کو کس قدر ذمے دار ہونا پڑتا ہے۔ انہیں کتنا اپنے پیشے سے مخلص ہونا چاہیے، اللہ کی ذات کے بعد مریض کے لواحقین ڈاکٹرز کی ذات پر کتنا یقین اور کتنی امید وآس رکھتے ہیں...... ان سب باتوں کا احساس اسے ڈاکٹر عمر کے ساتھ رہ کر ہوا تھا۔ موسم بدل رہا تھا اور بدلتے موسم میں سب سے زیادہ بچے ہی اثر انداز ہوتے ہیں سو آج اسپتال میں مریض بچوں کی تعداد بہت زیادہ تھی...... بچے زیادہ تر بخار، نزلہ، زکام جیسے وائرل انفیکشن میں مبتلا تھے۔ صبح سے مسلسل مریض بچوں کو چیک کرتے، کرتے اب ڈاکٹر عمر نے پندرہ منٹ کی ٹی بریک لی تھی۔

ڈاکٹر عمر اپنے اور ایشال کے لیے چائے بنانے لگے تو ایشال قریب کھڑی ہوگئی۔

"عمر بھائی آپ بیٹھیں، میں چائے بناتی ہوں۔" ایشال نے آفر کی۔

"نہیں، میں بنالوں گا...... تمہارے کیے ہوئے کام بہت مہنگے پڑتے ہیں۔" ڈاکٹر عمر کی بات پر ایشال مسکرادی۔

"ہاتھ جلانے کا مجھے ایک فائدہ تو ہوا کہ مجھے چائے بنانی آگئی...... لائیں میں بنا دیتی ہوں۔" ایشال نے ان کے ہاتھ سے کیتل لے لی۔ اور پھر حیرت انگیز طور پر اس نے کوئی نقصان کیے بغیر چائے بنا کر ڈاکٹر عمر کے سامنے رکھ دی...... اور خود بھی ان کے مقابل چیئر پر بیٹھ گئی۔

ڈاکٹر عمر نے مگ اٹھا کر لبوں سے لگایا اور ایک گھونٹ لیا۔

"good very nice trial"

"تھینکس......" ان کی تعریف پہ ایشال نے مسکراتے ہوئے اپنا مگ اٹھالیا۔ ڈاکٹر عمر نے چائے پیتے ہوئے لحظہ بھر اپنے سامنے بیٹھی ایشال کو دیکھا۔ وہ کچھ دنوں سے محسوس کر رہے تھے اب وہ پہلے والی نان سیریس سی ایشال نہیں رہی تھی...... وہ زیادہ تر خاموش رہتی...... اب ڈاکٹر عمر کو اسے کسی بات پر ٹوکنا بھی نہیں پڑتا تھا...... وہ گھر میں جیسا بھی لباس پہنتی تھی مگر اسپتال میں اب وہ مہذب لباس پہن کر آتی، اس کے کندھوں پر دوپٹا ہوتا...... اب وہ اسپتال میں صرف ٹائم گزارنے نہیں آتی تھی۔

آج وہ بے بی پنک کلر کی شلوار قمیص میں ملبوس تھی اس نے کندھوں پر وائٹ دوپٹا لے رکھا تھا۔ وہ ایشال کو بے ساختہ دیکھتے ہوئے دس سال پیچھے چلے گئے تھے۔

سبرینہ کا فیورٹ کلر یہی تھا اور وہ اکثر اس کلر کے ڈریسز پہن کر کالج آیا کرتی تھی۔ ڈاکٹر عمر کے یوں دیکھنے پر ایشال جھینپ سی گئی۔ اچانک انہوں نے گڑبڑا کر سر جھکا لیا تھا۔

☆☆☆

اقصم اینول ایگزام دے کر پاکستان آگیا تھا۔ اس کے گھر آتے ہی گھر میں مزید رونق ہوگئی تھی۔ نور منزل میں جیسے خوشیاں اتر آئی تھیں...... سمیرا بیگم نے بھی اپنی سوشل ایکٹویٹیز ترک کردی تھیں، اب ان کا وقت بھی زیادہ تر گھر میں ہی گزرتا تھا آج چونکہ سنڈے تھا سو سب گھر میں موجود تھے اور سب اکٹھے ناشتا کر رہے تھے۔ پپو اور اسلم انہیں ڈائننگ ٹیبل پر سرو کر رہے تھے۔ اقصم کی آمد پر اسلم (بٹلر) نے آج خاص طور پر ناشتے میں اچھا خاصا اہتمام کر رکھا تھا۔

''اسلم یار...... کمال کردیا ہے تم نے...... دو سال کے بعد اتنا شاندار اور پاکستان کا یہ روایتی سا ناشتا کر رہا ہوں میں......'' اقصم نے نہاری کھاتے ہوئے تعریف کی۔

''شکریہ چھوٹے صاحب......'' اسلم اپنی تعریف پر مسکرایا۔

''چھوٹے صاحب میں نے آپ کے لیے حلوا پوری بھی بنائی ہے وہ بھی ٹرائی کریں۔''

''یار تم نے میرے ڈائٹ پلان کی ایسی کی تیسی پھیر دی ہے۔ میں نے انگلینڈ میں دو سال میں اتنا نہیں کھایا جتنا تم نے مجھے اس ایک ہفتے میں کھلا دیا ہے۔'' اقصم ڈائننگ ٹیبل پر موجود تمام ڈشز کو تھوڑا، تھوڑا چکھ رہا تھا۔

''تو تھوڑا کھاؤ ناں...... زارون بھائی نے اپنی شادی پر موٹے لوگوں کا داخلہ ممنوع کر رکھا ہے۔'' ایشال نے اسے چھیڑا۔

''فکر نہ کرو تم سے کم ہی کھاتا ہوں میں...... موٹی لڑکی......'' اقصم نے بھی حساب برابر کیا۔

''میں، میں تمہیں موٹی نظر آتی ہوں؟'' ایشال نے غصے سے اسے دیکھا۔ ان دونوں کی تکرار پر ڈائننگ ٹیبل پر موجود تمام افراد مسکرا دیے...... ان دونوں کی نوک جھونک کوئی نئی بات ہرگز نہیں تھی، بچپن سے ہی اقصم اور ایشال کو ایک دوسرے سے خدا واسطے کا بیر تھا۔

''تو موٹے لوگ موٹے ہی نظر آتے ہیں بھئی۔'' اقصم نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔ اک مدت سے وہ ایشو سے لڑنے کو ترس رہا تھا سو آج موقع ملا تھا اسے۔

''ہاں خود تو جیسے بڑے ہینڈسم ہوناں تم......'' ایشال کو غصہ آگیا۔

''ہاں وہ تو میں ہوں...... مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔'' اقصم اترایا۔

''اچھا چھوڑو ان باتوں کو...... یہ بتاؤ اب تک اپنے علاج سے کتنے مریضوں کو اوپر بھیج چکی ہو؟''

اقصم کی بات پر سب گھر والوں نے بہ مشکل اپنی ہنسی دبائی تھی...... مگر ایشال کا پارہ ہائی ہوگیا تھا۔

''بکواس مت کرو...... اللہ کا شکر ہے اب تک ایسا کچھ نہیں ہوا۔''

''یہ تو عمر بھائی ہی بتائیں گے تم تھوڑی بتاؤ گی۔'' اقصم کو اسے زچ کر کے، اسے چھیڑ کر مزہ آیا کرتا تھا۔

''پوچھ لینا تم عمر بھائی سے...... اور کرلینا تم اپنی تسلی۔'' ایشال نے لٹھ مار جواب دیا...... نور منزل کے مکیں ان دونوں کی تکرار سے واقف تھے سو ایک عرصے کے بعد ان دونوں کی ہونے والی تکرار کو انجوائے کر رہے تھے۔

''ویسے ایشو تمہیں انسانوں کا ڈاکٹر بننے کے بجائے جانوروں کا ڈاکٹر بننا چاہیے تھا۔''

''بڑے پاپا آپ سنبھالیں اپنے بیٹے کو...... ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' ایشال نے اپنے سامنے بیٹھے کافی پیتے داؤد چوہدری کو مخاطب کیا۔

''اقصم بری بات بیٹا...... کیوں میری ایشو کو تنگ کر رہے ہو؟''
''پاپا میں تو اس موٹی کو مخلصانہ مشورہ دے رہا تھا۔''
''تم نے پھر مجھے موٹی کہا؟'' ایشال غصے میں اپنی چیئر سے اٹھی۔
''تو موٹی کو موٹی نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟'' اقصم ہنوز شرارت کے موڈ میں تھا۔
''کم آن ایشو...... اقصم تمہیں چھیڑ رہا ہے اور تم خواہ مخواہ سیریس ہو رہی ہو۔'' عنایہ نے براؤن بریڈ کھاتے ہوئے اسے سمجھایا۔
''عینی تم تو ہمیشہ اپنے دیور کی ہی سائڈ لیتی ہو۔'' ایشال نے منہ پھلایا۔
''اقصم مت تنگ کرو میری بہن کو۔'' زارون نے مسکراتے ہوئے اقصم کو سرزنش کی۔
''بھیا میں کہاں تنگ کر رہا ہوں، میں تو اسے حقیقت بتا رہا ہوں...... دو سال میں یہ کھا، کھا کر کتنی گول گپو سی ہو گئی ہے۔ میں تو اسے پہچان ہی نہیں پایا۔'' اقصم نے شرارت سے زارون کو آنکھ مار کر ایشال کو مزید غصہ دلایا۔
''دادو...... بڑی مما آپ دیکھ رہی ہیں، یہ آتے ہی میرے ساتھ پرانی دشمنی نکال کر بیٹھ گیا ہے۔'' وہ روہانسی ہوئی۔
''اقصم تم پٹو گے میرے ہاتھوں سے۔'' سمیرا بیگم نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اقصم کو ڈپٹا۔
''مما مجھے کیا ضرورت ہے اس ''چڑیل'' سے دشمنی پالنے کی۔''
''پہلے تم نے مجھے موٹی کہا...... اور اب تم مجھے چڑیل کہہ رہے ہو؟ I will kill you'' ایشال غصے میں جارحانہ انداز میں اس کی طرف لپکی۔
اقصم نے وہاں سے بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی۔
''اللہ جانے یہ دونوں شادی کے بعد ایک دوسرے کے ساتھ کیسے رہیں گے؟'' نور بیگم نے سر تھام لیا...... ایشال، اقصم کے پیچھے بھاگتے، بھاگتے لان میں پہنچ گئی تھی۔ ڈائننگ روم میں سب گلاس وال سے ان دونوں کو بچوں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہوئے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔
''اماں آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں؟ آپ تو جانتی ہیں بچپن سے ہی یہ دونوں ایک دوسرے کو چڑانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے...... اس کے باوجود دونوں میں پیار بھی ہے اور دوستی بھی۔'' داؤد چوہدری نے گلاس وال سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے نور بیگم کو تسلی دی۔
''اور تھوڑی دیر کے بعد دیکھیے گا...... باہر سڑک پر یہ دونوں roller skates پہن کر اکٹھے اسکیٹنگ کرتے نظر آئیں گے۔'' زارون نے نیپکن سے منہ صاف کرتے ہوئے اپنی رائے دی۔
''بھئی سمیرا تم آج کل میں اقصم سے ایشال کے سلسلے میں بات کرو...... اور عینی بیٹا، ایشال چونکہ تمہارے بہت قریب ہے تم اپنی طرف سے اس سے اقصم کے حوالے سے بات کرو، میں چاہتا ہوں جلد از جلد ان دونوں کو بھی منگنی کے بندھن میں باندھ دیا جائے تاکہ ان کی لڑائیوں سے ہمیں بھی چھٹکارا مل سکے۔'' آخری جملہ انہوں نے مسکراتے ہوئے ادا کیا تھا۔
''ڈونٹ وری بڑے پاپا میں ایشو سے بات کرلوں گی۔'' عنایہ نے جوس پیتے ہوئے انہیں مطمئن کیا۔

☆☆☆

لان میں مالی نے پانی کا پائپ لگا رکھا تھا۔ اور وہ پودوں کو پانی دے رہا تھا جب مسلسل اقصم کے پیچھے بھاگنے کے باوجود وہ ہاتھ نہ آیا تو ایشال نے مالی کے ہاتھ سے پائپ جھپٹ لیا۔ اور پائپ سے اقصم کو بھگونا

چاہا..... مگر اقصم کمال پھرتی سے اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا البتہ گیٹ سے داخل ہو کر لان کی طرف آتے ڈاکٹر عمر ضرور بھیگ گئے تھے۔

قریب کھڑا اقصم اس دلچسپ صورتِ حال پہ ہنسنے لگا..... مالی بابا نے دوڑ کر پانی کا نل بند کر دیا تھا..... مگر وہ بے یقینی سے اپنی جگہ پر یونہی پائپ پکڑے حیرت کا بت بنی کھڑی تھی۔

ڈاکٹر عمر بھیگے کپڑوں کے ساتھ ایشال کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے اسے سخت سست سنانے کے لیے آگے بڑھے تو ایشال پائپ وہیں پھینک کر سرپٹ اندر کی طرف بھاگی۔

''السلام علیکم.....! عمر بھائی کیسے ہیں آپ؟'' اقصم نے آگے بڑھ کر ان سے سلام لیا۔

''وعلیکم السلام..... بھائی پانچ منٹ پہلے تو بالکل ٹھیک تھا مگر اب ٹھیک نہیں ہوں۔'' ڈاکٹر عمر نے اپنے بھیگے وجود کو دیکھتے ہوئے جھنجلا کر کہا تو اقصم قدرے شرمندگی سے سر کھجاتے ہوئے بولا۔

''سوری عمر بھائی، آپ کو تو پتا ہے ایشو ہمیشہ ایسے ہی الٹے سیدھے کام کرتی ہے۔ اینی ویز آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں، اندر آئیں ناں؟''

''نہیں یار..... ان بھیگے کپڑوں میں اندر جا کر خود کا مذاق بنانے سے بہتر ہے میں واپس چلا جاؤں..... میں پھر آؤں گا..... میری گاڑی باہر کھڑی ہے، میں چلتا ہوں۔ مما تمہیں بہت یاد کر رہی ہیں، فارغ ہو کر تم گھر کا چکر لگا لینا۔'' ڈاکٹر عمر کی بات پر وہ دھیرے سے مسکرا دیا..... ابھی وہ ایک دن پہلے ہی ساجدہ پھپو اور مناب سے مل کر آیا تھا۔

''جی عمر بھائی..... میں تو آج کل فارغ ہی فارغ ہوں، میں شام کو چکر لگاؤں گا۔''

''او کے پھر شام میں ملتے ہیں، میں اب چلتا ہوں۔'' ڈاکٹر عمر، اقصم سے ہاتھ ملا کر گیٹ کی جانب بڑھ گئے۔

☆☆☆

مناب آج کل ایک مشہور ٹی وی چینل کے لیے اسکرپٹ لکھ رہی تھی..... سو وہ بہت مصروف تھی..... گزشتہ دنوں ایک چینل پر اس کی لکھی ہوئی ٹیلی فلم نے بھی ڈراما انڈسٹری میں دھوم مچا دی تھی۔

مناب اپنے کمرے میں رائٹنگ ٹیبل پر جھکی بڑے انہماک سے اسکرپٹ لکھنے میں مصروف تھی کہ اچانک کچھ جانی پہچانی آوازوں نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کی۔ اگلے ہی لمحے اقصم مسکراتا ہوا اس کے کمرے میں داخل ہوا۔

''کیسی ہیں رائٹر صاحبہ.....؟ اور کیا لکھا جا رہا ہے آج کل؟'' اقصم کا ایک ہاتھ اس کی چیئر پر تھا اور دوسرا اس کی رائٹنگ ٹیبل پر.....

''ایک چینل کے لیے اسکرپٹ لکھ رہی ہوں، تم سناؤ کیسے ہو؟ اور کیسا لگ رہا ہے پاکستان آ کر؟'' مناب نے آنکھوں سے سائیٹ گلاسز اتار کر اقصم کو دیکھا۔

''ٹھیک ہوں..... اور آف کورس یہاں اپنے گھر، اپنے لوگوں میں آ کر بہت اچھا لگ رہا ہے۔'' اقصم نے بغور مناب کا چہرہ دیکھا..... وہ تھوڑی پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

''کوئی پریشانی ہے کیا؟''

''تمہیں کیسے پتا چلا؟''

''ہر وقت میرے دل میں رہتی ہو... میری آنکھوں میں سمائی رہتی ہو مجھے کیسے پتا نہیں چلے گا؟'' اس نے دل

میں سوچا۔

''بچپن سے آپ کو جانتا ہوں۔'' اقصم کا انداز جتانے والا تھا۔

''ہاں میں واقعی پریشان تھی۔'' مناب مسکرادی۔

''مگر کیوں......؟''

''ولی...... زارون کی شادی پر نہیں آسکے گا...... اس کے بغیر سب کچھ ادھورا لگے گا مجھے۔'' بولتے، بولتے مناب کے لہجے میں اداسی اتر آئی تھی۔

''شکر ہے نہیں آرہا ہے، ورنہ کباب میں ہڈی ضرور بنتا وہ۔'' اقصم کو یہ خبر سن کر ایک عجیب سی خوشی محسوس ہوئی تھی۔

''او کے یار آپ اداس نہ ہوں، سیریسلی آپ اداسی میں بالکل بھی اچھی نہیں لگتی ہیں۔ چلیں اٹھیں، میرے لیے کافی بنائیں میں اسپیشلی آپ کے ہاتھ کی کافی پینے آیا ہوں۔'' اقصم نے اسے بازو سے پکڑ کر چیئر سے اٹھایا۔

''اچھا تو تم یہاں صرف اپنی من پسند کافی پینے آئے ہو؟ میں ایویں سمجھی تھی کہ تم مجھ سے اور مما سے ملنے آئے ہو۔''

''ملنے تو صرف آپ سے آتا ہوں، کافی کا صرف بہانہ بناتا ہوں۔'' اس کے دل نے دہائی دی مگر ہمیشہ کی طرح اس نے اپنے دل کی آواز کو زبان تک آنے کی اجازت نہیں دی۔

''اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے...... اتنا بے مروت نہیں ہوا میں...... ایشو اور میں دراصل آپ سے اور پھپو سے ملنے ہی آئے ہیں...... میں نے سوچا کیوں نہ اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے۔'' اقصم مسکرایا۔

''چھوٹو...... تمہاری عادتیں کبھی نہیں بدلیں گی۔'' مناب مسکراتی ہوئی چیئر سے اٹھ کھڑی ہوئی...... جب وہ دونوں باتیں کرتے، کرتے کچن میں پہنچے تو ایشال اور ساجدہ بیگم پہلے سے کچن میں موجود تھیں۔

''ہائے مناب......! کیسی ہو؟'' ایشال بے اختیار آگے بڑھ کر مناب کے گلے لگی۔

''فائن یار...... اچھا کیا تم بھی چھوٹو کے ساتھ آگئیں...... تم دونوں کے آنے سے ہمارے گھر کی خاموشی ٹوٹ جاتی ہے۔'' مناب کی بات پر ایشو دھیرے سے مسکرادی اور ایشال شیلف پر رکھے ایک باؤل میں انڈے پھینٹنے لگی۔

اقصم یہ منظر دیکھ کر حیران ہوا۔

''ایشو یار جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کچن کا اور تمہارا تو دور دور تک کوئی تعلق واسطہ نہیں تھا...... تمہیں تو چائے تک بنانی نہیں آتی تھی پھر یہ کایا پلٹ کیسی؟''

''ساری زندگی انسان ایک جیسا نہیں رہتا، ایک جیسی زندگی نہیں گزار سکتا...... کبھی کبھی وقت اتنی خاموشی سے انسان کو بدل کر رکھ دیتا ہے کہ اسے خود کو بھی علم نہیں ہوتا...... کہ وہ کب اور کیسے بدل گیا۔'' ایشال نے سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے سنک پر ہاتھ دھوئے اور فریج سے چکن رولز کی ٹرے نکالنے لگی۔

''یار ایشو تم تو مفکروں والے جملے بولنے لگی ہو۔'' مناب نے مسکراتے ہوئے کافی کے لیے دودھ ابلنے کو چولھے پر رکھا۔

''میری ایشو کو تم سب نے سمجھ کیا رکھا ہے بھئی......؟ میری بیٹی بہت سمجھدار ہے۔'' ساجدہ بیگم نے دہی بڑے بنا کر ڈونگا فریج میں رکھا...... اور پیار سے ایشال کو دیکھا۔

''ویسے ایشو بقول تمہارے...... تمہارا آدھا دن ایک ہٹلر ٹائپ شخص کے ساتھ گزرتا ہے اور باقی کا دن تم اس اسٹوپڈ علینہ کے ساتھ رہتی ہو...... پھر یہ سقراط، بقراط ٹائپ کی باتیں کس کی صحبت میں سیکھ رہی ہو؟'' اقصم ڈائننگ

چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گیا......اس کے انداز میں شرارت تھی۔
''تمہاری طرح تمہارے سوال بھی فضول ہی ہوتے ہیں، اسی لیے فضول لوگوں کے فضول سوالوں کے جواب دینا فضول ہی سمجھتی ہوں میں۔'' ایشال اب رول انڈے میں ڈپ کر کے فرائی کرنے لگی۔
''محترمہ میرا اکیڈمک ریکارڈ تم سے ہمیشہ شاندار رہا ہے......بچپن سے لے کر اب تک ٹاپ پر رہا ہوں......بڑی آئی خلیل جبران کی اسٹوڈنٹ......'' اقصم کے انداز پر مناب مسکرادی......اور سب کے لیے کافی بنانے لگی۔ ساجدہ بیگم اب اقصم کے ساتھ دوسری ڈائننگ چیئر پر بیٹھ گئی تھیں۔
''توبہ......تم دونوں کا بھی جواب نہیں......ہر وقت ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے ہی رہتے ہو......کیا بنے گا تم دونوں کا؟'' ساجدہ بیگم پریشان ہوئیں۔
''پھپھو آپ پریشان نہ ہوں......میں اس کی فضول باتوں کو سیریس ہی نہیں لیتی ہوں۔'' ایشال نے رول فرائی کرنے کے بعد سنک پر ہاتھ دھوتے ہوئے کہا۔
''اور میں تو جیسے تمہاری باتوں کو اپنے دل پر لکھتا ہوں ناں...... دیوانہ ہوں تمہارا......موٹی کہیں کی۔'' اقصم نے اس کا مذاق اڑایا۔
''نان سینس......چھوٹو......اگر اب تم کچھ بولے ناں ایشو سے تو تمہاری خیر نہیں ہے۔'' مناب نے مسکراتے ہوئے اقصم کو تنبیہ کی۔
''اپنی لاڈلی کو بھی سمجھالیں......خواہ مخواہ الٹے سیدھے جواب دیتی ہے مجھے۔'' اقصم نے اٹھ کر فریج کھولا......اور پانی کی بوتل نکال کر پانی پیتے ہوئے دوبارہ اپنی چیئر پر آبیٹھا۔
پاکستان آتے ہی اس کے اندر کا وہ شرارتی سا اقصم زندہ ہو گیا تھا جسے ایشال سے خدا واسطے کا بیر تھا......اور کچھ شاید وہ ولی کے پاکستان نہ آنے کی وجہ سے بھی خوش تھا۔
''ویسے پھپھو......یہ نور منزل والے بہت بدذوق ہو گئے ہیں، اتنے عرصے بعد واپس آیا ہوں، ہم سب کو کہیں ناردن ایریاز وغیرہ جا کر کچھ ویکیشنز گزارنی چاہیں......کیا نہیں؟''
''بڑے پاپا نے تمہارے لیے اس saturday گھر میں اتنی شاندار پارٹی رکھی تو ہے۔'' ایشال بھی ڈائننگ چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولی۔
''اقصم بیٹا دراصل گھر میں عنایہ اور زارون کی شادی کی تیاریاں بھی تو ہو رہی ہیں، اس لیے آج کل سب مصروف ہیں۔'' ساجدہ بیگم کی وضاحت پر اس نے سر ہلایا۔
''آئی نو پھپھو......مگر زارون بھائی اور عنایہ بھابی کی شادی میں ابھی بیس دن باقی ہیں......شادی کے بعد زارون بھائی تو دو مہینے کے لیے یورپ اپنے ہنی مون ٹرپ پر نکل جائیں گے اور میں پاپا کے ساتھ بزنس میں بزی ہو جاؤں گا۔''
''ویسے اقصم تمہارا آئیڈیا برا نہیں ہے......اتنا عرصہ ہو گیا ہے ہمیں ویکیشنز کہیں باہر گزارے ہوئے۔'' ایشال نے اقصم کے آئیڈیے پر خوشی کا اظہار کیا۔
''ایشو کیا خیال ہے، کیوں نہ پاپا سے دادو کی سفارش کروائی جائے؟'' اقصم نے ایشال سے رائے لی تو ساجدہ بیگم مسکرادیں۔
''بڑے شارپ ہو تم......سفارش بھی ان سے کرواؤ گے جن کا حکم دادو بھائی کے لیے پتھر پہ لکیر کی طرح ہوتا ہے۔''

اس دوران مناب بھی سب کے لیے کافی بنا کر ڈائننگ ٹیبل پر لا چکی تھی اور خود بھی ایشو کے ساتھ چیئر پر بیٹھ گئی۔

''پھو یار سمجھا کریں ناں...... بچپن سے ہی دیکھتا آ رہا ہوں میں...... جو کام پاپا ہمارے کہنے پر نہ کریں، وہ دادو کے ایک بار حکم کرنے پر فوری کر دیتے ہیں۔'' اقصم مسکرایا۔

''پھپو آپ سب بھی ہمارے ساتھ ناردرن ایریا چلیں گے ناں۔'' ایشال نے ساجدہ بیگم کے ہاتھوں کو محبت سے اپنے ہاتھوں میں لیا۔

''بھئی میں تو آج کل ایک اسکرپٹ کے سلسلے میں بہت بزی ہوں...... میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جا سکوں گی......'' مناب نے صاف انکار کیا۔

''ویسے مجھے پتا تھا کہ آپ کی طرف سے ایسا سڑا ہوا جواب ملے گا...... میں کچھ نہیں جانتا آپ ہمارے ساتھ جائیں گی۔'' اقصم نے اپنا فیصلہ سنایا۔

''چھوٹو...... یہ کیسی دھونس ہے بھئی......؟'' مناب جھنجلائی۔ ''میں واقعی بہت مصروف ہوں۔''

''آپ تو چوبیس گھنٹے مصروف ہی رہتی ہیں۔''

''چھوٹو میں سچ کہہ رہی ہوں...... اور ویسے بھی دو چار دن تک میں کراچی جا رہی ہوں۔''

''مگر کیوں......؟''

''ٹی وی چینل والے میرے اسکرپٹ کے حوالے سے کچھ ڈسکس کرنا چاہ رہے ہیں مجھ سے۔''

''تو تم کتنے دن رہو گی وہاں اور کب جاؤ گی؟'' ایشال نے اس سے سوال کیا۔

''اسی ہفتے جانے کا ارادہ ہے یار...... بٹ ڈونٹ وری...... میرا ٹور وہاں دو چار دن کا ہی ہوگا۔'' مناب نے تفصیل بتائی۔

''آپ کا جو بھی ارادہ ہے، آپ کو جہاں بھی جانا ہے فی الحال آپ اپنے پروگرام کو ملتوی کریں...... میں کچھ نہیں جانتا بس آپ ہمارے ساتھ جائیں گی۔'' اقصم نے اپنا حتمی فیصلہ سنایا۔

''مما آپ دیکھ رہی ہیں، آپ کا بھتیجا کتنا دھونسو اور خود سر ہو رہا ہے......'' مناب نے مسکراتے ہوئے اس کا کان پکڑا۔

''بھئی میں کچھ نہیں کہہ سکتی...... یہ تم دونوں کا معاملہ ہے......'' ساجدہ بیگم مسکرائیں۔

''اُف کان تو چھوڑیں میرا۔'' اقصم مسکرایا...... وہ اپنی تمام باتیں مناب سے اسی طرح منوالیا کرتا تھا...... صرف ایک بات ایسی تھی جو وہ منوا نہیں سکتا تھا۔

''اقصم ٹھیک کہہ رہا ہے مناب...... تمہارے بغیر ہمیں بالکل مزہ نہیں آئے گا۔ تم پلیز ہمارے ساتھ چلو......'' ایشال نے بھی اصرار کیا۔

''او کے بابا چلی جاؤں گی۔'' مناب نے برا سا منہ بنایا تو ایشال اور اقصم مسکرا دیے۔

''اور عمر بھائی......؟ وہ کیا ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہمارے ساتھ نہیں جائیں گے؟'' ایشال نے جیسے خود سے سوال کیا۔

''عمر بھائی کو کہیں ساتھ لے جانے کے لیے فورس کرنا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے اور میں اس اوکھے کام کے لیے ہامی نہیں بھر سکتا...... اس بار عمر بھائی کو ہمارے ساتھ جانے پر آپ آمادہ کریں گی۔'' اقصم، مناب سے مخاطب ہوا۔

''چھوٹو تم ہمیشہ مشکل سے مشکل کام مجھ سے کرواتے ہو۔'' مناب نے کافی پیتے ہوئے اسے گھورا۔
''عمر بھائی سے یاد آیا...... کافی دیر سے وہ دکھائی نہیں دیے؟ گھر پر ہیں یا کہیں گئے ہوئے ہیں؟'' اقصم نے جواب طلب نظروں سے ساجدہ بیگم اور مناب کو دیکھا۔
''اپنے کمرے میں ہوگا...... تم لوگوں کی آمد سے تھوڑی دیر پہلے ہی وہ اسلامک انسٹی ٹیوٹ سے آیا تھا، عمر ہر سنڈے کی شام وہاں جاتا ہے۔ اپنے کمرے میں آرام کر رہا ہوگا...... بلکہ ایشو بیٹا تم جا کر ذرا عمر کو بھی بلا آؤ...... وہ بھی ہمیں جوائن کرلے گا۔'' ساجدہ بیگم...... ایشال سے مخاطب ہوئیں۔
''او کے پھپو......'' ایشال چیئر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

☆☆☆

ایشال نے ڈاکٹر عمر کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی مگر اندر سے کوئی جواب نہیں آیا۔ ایشال نے دوسری بار اور پھر تیسری بار دستک دی تب بھی اندر سے کوئی آواز نہیں آئی۔
ایشال نے ڈرتے، ڈرتے ان کے کمرے کا ہلکا سا دروازہ کھولا اور دھیرے سے اندر جھانکا...... کمرے میں بیڈ کے دونوں سائڈ ٹیبلو پر رکھے لیمپ روشن تھے۔ کمرا نیم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا...... اور ڈاکٹر عمر کمرے میں موجود نہیں تھے، واش روم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی...... ایشال اب ان کے کمرے کے اندر آچکی تھی...... اسے اندازہ ہوچکا تھا کہ ڈاکٹر عمر یقیناً شاور لے رہے تھے۔ اچانک ایشال کی نظر ڈاکٹر عمر کے بیڈ پر پڑی۔ بیڈ پر کچھ کارڈز رکھے تھے...... اور بیڈ پر ہی رکھے لیپ ٹاپ کی اسکرین پر ڈاکٹر عمر کے ساتھ کھڑی لڑکی کی تصویر نے ایشال کی توجہ اپنی جانب مبذول کروالی تھی۔ تصویر میں ڈاکٹر عمر کے ساتھ کھڑی لڑکی انہیں دیکھ کر مسکرارہی تھی جبکہ اس لڑکی کے بے حد قریب کھڑے ڈاکٹر عمر کے لبوں پر بھی بڑی دلفریب مسکراہٹ رقصاں تھی یقیناً وہ تصویر آٹھ دس سال پرانی تھی جب ڈاکٹر عمر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں اسٹوڈنٹ تھے۔
ایشال نے اس لڑکی کے صرف قصے ہی سن رکھے تھے مگر آج وہ پہلی بار اسے تصویر میں دیکھ رہی تھی بلاشبہ وہ بہت خوب صورت تھی۔
ایشال غیر ارادی طور پر تجسس انداز میں بیڈ پر بیٹھ گئی...... اور بیڈ پر بیٹھ کر کارڈز اٹھا کر دیکھنے لگی...... جو سبرینہ نے مختلف مواقع پر ڈاکٹر عمر کو دیے تھے۔ ہر کارڈز پر مختلف محبت بھری تحریر رقم تھی۔
ایک کارڈز پر لکھی تحریر نے اسے متاثر کیا تھا...... وہ کارڈ ڈاکٹر عمر کی برتھ ڈے پر دیا گیا تھا۔

If you love something let it go...
If it comes back to you its yours,
If it doesn' it never was...

کارڈ ابھی ایشال کے ہاتھ میں تھا...... بیڈ پر کارڈز کے قریب ایک خوب صورت کرسٹل کا تاج محل رکھا تھا...... یقیناً یہ بھی کسی موقع پر اس لڑکی نے ہی ڈاکٹر عمر کو دیا تھا...... ایشال اب وہ تاج محل ہاتھوں میں لیے محویت سے دیکھنے میں گم تھی...... کہ اچانک واش روم کا دروازہ کھلا تھا اور ڈاکٹر عمر اپنی ہی دُھن میں ٹراؤزر پہنے بغیر شرٹ کے بالوں میں ٹاول رگڑتے کمرے میں آئے تو ایشال کو اپنی پرسنل ترین چیزیں دیکھتے ہوئے دیکھ کر بھونچکا رہ گئے...... شدید غصے اور حیرت نے ان کے تن بدن میں جیسے آگ لگادی تھی...... دوسری طرف اپنے سامنے اپنی طرف غصے میں تن فن آتے ڈاکٹر عمر کو دیکھ کر وہ عجلت میں بیڈ سے اٹھی تھی۔ پریشانی اور گھبراہٹ میں اس کے ہاتھ میں پکڑا تاج محل...... ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا تھا...... جس کے نتیجے میں کرسٹل کے اس تاج محل کی کرچیاں فرش پر بکھر گئی تھیں۔

ڈاکٹر عمر نہایت غصے میں ٹاول گلے میں لٹکائے بغیر کسی شرٹ یا بنیان کے ایشال کے روبرو کھڑے ہو کر دھاڑے۔

"یہ کیا بکواس ہے؟ تم یہاں میرے کمرے میں کیا کر رہی ہو؟ تمہیں اجازت کس نے دی یہاں میری اجازت کے بغیر آنے کی؟"

"کک کچھ نہیں عمر...... بھائی...... مم...... میں تو بب...... بس آپ کو بلانے آئی تھی۔" ایشال نے مری ہوئی آواز میں بہ مشکل جملہ مکمل کیا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

ڈاکٹر عمر نے غصے میں اسے دونوں شانوں سے پکڑ کر جھنجوڑا۔

"میری اجازت کے بغیر میری پرسنل چیزیں دیکھنے کی تمہیں جرات کیسے ہوئی؟" وہ اس کے سامنے اس کے بے حد قریب کھڑے تھے...... ایشال انہیں بغیر شرٹ کے یوں اپنے مقابل کھڑے دیکھ کر نظریں جھکا گئی۔ ان کے ہاتھوں کی گرفت اس کے کاندھوں پر اتنی سخت تھی کہ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"بولو...... جواب دو...... میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں؟"

"سس...... سوری......" ایشال کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

"تمہارے ہر الٹے سیدھے کام پر تمہیں ہر بار معافی نہیں دی جاسکتی۔ میں تو سمجھتا تھا کہ تم اب مہذب ہو گئی ہو، سمجھدار ہو گئی ہو...... مگر نہیں تم ہمیشہ سے نان سینس تھیں اور ہمیشہ رہو گی۔" ڈاکٹر عمر نے ایک جھٹکے سے اسے پیچھے کیا اور غصے میں بولتے وارڈ روب کی طرف بڑھ گئے۔ انہیں شاید احساس ہو گیا تھا کہ کس کے سامنے کھڑے تھے۔ ایشال کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے تھے اور وہ ان کے کمرے سے باہر نکل گئی۔ قصور اس کا اپنا ہی تھا کہ اگر

جانے کیوں اس کے دل کو آج عجیب طرح سے ٹھیس پہنچی تھی۔ وہ ڈاکٹر عمر کے انداز پر...... ان کے لہجے سے ہرٹ ہوئی تھی۔

☆☆☆

شاکر حسین کو اس دنیا سے گئے ہوئے دس روز ہو چکے تھے...... ایکسیڈنٹ کی وجہ سے ان کے دماغ میں کوئی اندرونی چوٹ آئی تھی، جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے...... ان کے جانے سے جیسے سب کچھ ہی ختم ہو گیا تھا۔

گھر کاٹنے کو دوڑتا تھا، سیما بیگم عدت میں تھیں...... ساری زندگی انہوں نے شاکر حسین کی عزت اور قدر نہ کی تھی...... اور اب جب وہ اس دنیا سے جا چکے تھے تو سیما بیگم کو ایسے لگتا جیسے ان کے سر سے سائبان چھن گیا ہو۔

گلو مہینے بھر کا راشن ڈال کر سیما بیگم کو ایک موٹی سی رقم دے کر چلا گیا تھا۔

زارا کی اس بار اللہ نے سن لی تھی، تین بیٹیوں کے بعد باپ کے قل والے دن اس کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی۔ زارا کو خوشی ملی بھی تو باپ کے مرنے کے بعد...... سو زارا کے ہاں بیٹے کی پیدائش نے سب کو مطمئن ضرور کیا تھا مگر خوش نہیں...... کیونکہ گھر کا ماحول انتہائی سوگوار تھا...... زویا اور سارہ اب بھی شاک کی کیفیت میں تھیں...... زویا کے سامنے شاکر حسین نے جان دی تھی...... اس کے لبوں پر ایک چپ لگ گئی تھی۔ نہ وہ بولتی تھی نہ وہ کچھ کھاتی تھی...... نہ اسے کپڑے بدلنے کا ہوش تھا...... شاکر حسین کی موت، گلو کا جھوٹ اور اس امیر زادے کی بے رحمی نے اسے ذہنی طور پر اس قدر ڈسٹرب کر دیا تھا کہ وہ جہاں بیٹھتی، کئی کئی گھنٹے وہاں ہی بیٹھی رہتی......

خضر شام کو جاب سے واپسی پر ان کے ہاں روز چکر لگا تا سب کی خیر خیریت پوچھتا۔ زویا کو سمجھاتا...... سارہ کو تسلی دیتا...... انہیں زندگی کی طرف واپس لانے کی کوشش کرتا۔

دوسری طرف سارہ کی حالت بھی زویا سے مختلف نہیں تھی...... اس نے بڑے شوق سے آسٹریلین طوطے پال رکھے تھے جو اس کی توجہ نہ ملنے کی صورت میں ایک، ایک کر کے مرتے جا رہے تھے...... سارہ کو ہر وقت یہ احساسِ جرم ستاتا...... جیسے وہ اپنے باپ کی مجرم ہو...... اپنے باپ کی عزت کو اس نے چند کمزور لمحوں کی رفاقت میں کیسے مٹی میں رول دیا تھا...... اس کا اندر میلا ہو گیا تھا، داغ دار ہو گیا تھا۔

''چچ، چچ ایک اور طوطا مر گیا ہے۔'' زویا پنجرے میں پانی اور دانہ ڈالنے لگی تو مردہ طوطے کو دیکھ کر افسوس کرنے لگی۔

سارہ برآمدے کی سیڑھی پر ستون سے ٹیک لگائے گم صم سے انداز میں بیٹھی تھی اسی اثنا میں دروازے پر دستک ہوئی۔

زویا نے دروازہ کھولا...... حنا اندر داخل ہوئی تھی۔

زویا سے سلام دعا کے بعد وہ برآمدے کی سیڑھی پر بیٹھی سارہ کے پاس آ گئی۔ زویا دروازہ بند کر کے دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ زارا کا بیٹا مسلسل رو رہا تھا...... شاید اسے فیڈر کی ضرورت تھی...... اور زارا اسے آواز دے رہی تھی۔ اب صحن میں صرف حنا اور سارہ بیٹھی تھیں۔

''سارہ کیسی ہو؟ اور یہ...... یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے تم نے؟'' حنا کو اس کی حالت پر افسوس ہوا۔

سارہ خاموشی سے سر جھکا گئی۔

''دیکھو سارہ...... اپنے ساتھ ایسے مت کرو...... مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا...... میں جانتی ہوں ماں، باپ جیسا عظیم اور انمول رشتہ اس دنیا میں اور کوئی نہیں مگر مسلمان ہونے کے ناتے ہم سب کا یہ عقیدہ ہے کہ ہم سب کو ایک نہ ایک دن لوٹ کر واپس جانا ہے۔'' حنا اس کے قریب اس کے ساتھ بیٹھی دھیرے، دھیرے اسے

سمجھانے لگی۔

سارہ اسی طرح خاموشی سے سر جھکائے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

''سارہ تمہارا موبائل بھی مسلسل بند ہے، اسجد تمہارے لیے بہت پریشان ہو رہا ہے اور وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے، کل وہ مجھے کالج کے گیٹ پر ملا تھا...... میں نے اسے شاکر انکل کی ڈیتھ کا بتایا تو وہ بہت پریشان ہوا...... دراصل مجھے اسی نے تمہارے پاس بھیجا ہے...... تم اپنا فون آن کرو...... اسجد تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔'' حنا نے اصرار کیا۔

''مجھے اس سے کوئی بات نہیں کرنی ہے...... میں اس کا فون واپس بھجوا دوں گی۔''

''سارہ پاگل مت بنو...... وہ تم سے محبت کرتا ہے اور تم سے شادی کا خواہش مند ہے۔ وہ تمہارے لیے بہت پریشان تھا، وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے، تم ایک بار فون تو آن کرو...... اس کی بات تو سنو......'' حنا اسجد کی وکیل بن کر آئی تھی سو خوب اس کی وکالت کر رہی تھی وہ ابھی یہ نہیں جانتی تھی کہ اسجد نے آخری ملاقات میں اس نے سارہ کے ساتھ کیا...... کیا تھا۔ سارہ نے بھی اسے اسجد کی اس حرکت کا نہیں بتایا تھا اور وہ بتاتی بھی تو کیسے؟ وہ تو اپنی ہی... نظروں میں گر گئی تھی۔ سارہ خاموشی سے اس کی باتیں سنتی رہی۔

''آنٹی اور زارا بجو کہاں ہیں؟'' حنا نے پوچھا۔

''وہ کمرے میں ہیں...... امی عدت میں اور بجو چھلے میں ہیں۔''

''اور بچیاں نظر نہیں آ رہی ہیں؟''

''وہ ابا کے کمرے میں ہوم ورک کر رہی ہوں گی۔'' سارہ آہستگی سے اس کے سوالوں کے جواب دیتی رہی۔

''زویا آپی بھی کمرے میں ہیں...... موقع اچھا ہے، میں اسجد کو کال ملاتی ہوں تم اس سے بات کرلو......'' حنا نے اپنے موبائل سے اسجد کو کال ملائی اور فون سارہ کے کان سے لگا دیا۔

''سارہ میری جان...... کیسی ہو تم......؟'' دوسری طرف اسجد نے بے تابی سے اس کا حال پوچھا۔

''زندہ ہوں۔'' مختصر جواب۔

''سارہ میری جان ایسے مت کہو...... تمہیں میرے لیے اپنا خیال رکھنا ہے۔ مجھے تمہارے والد کی ڈیتھ کا سن کر بہت افسوس ہوا ہے۔ اللہ ان کی مغفرت کرے۔''

''آمین......'' ایک بار پھر مختصر جواب۔

''سارہ تم کالج کب آؤ گی؟''

''پتا نہیں......''

''پلیز سارہ...... ایسی باتیں کر کے تم اپنے ساتھ، ساتھ مجھ پر بھی ظلم کر رہی ہو، میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔'' اسجد نے بے قراری سے کہا۔

''مگر میں نہیں مل سکتی ہوں اب......''

''لیکن کیوں......؟''

''یہ تم بہت اچھی طرح سے جانتے ہو۔''

''مگر سارہ...... میں نے...... میں نے امی سے تمہاری اور اپنی شادی کی بات کر لی ہے جونہی تمہارے والد کا چالیسواں ہو جائے گا میرے والدین آ کر تمہارا رشتہ مانگ لیں گے...... پھر تم...... اتنی پریشان کیوں ہو رہی ہو؟''

''میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔'' سارہ رونے لگی۔

''سارہ میری بات سنو......'' اگلے ہی لمحے سارہ نے روتے ہوئے فون بند کر دیا۔
''کیا ہوا اتنی جلدی فون بند کر دیا؟ کیا تم دونوں میں کوئی جھگڑا ہوا ہے؟'' حنا نے سوال کیا۔
''نہیں بس......ایسے ہی......'' سارہ نے اپنے آنسو صاف کیے۔
''سارہ یار تم کالج آنا شروع کرو......اینول ایگزام سر پر ہیں اور ویسے بھی اس طرح تم گھر میں بیٹھ بیٹھ کر بیمار پڑ جاؤ گی......اور تمہارا سال بھی ضائع ہو جائے گا۔'' حنا ایک بار پھر اسے سمجھانے لگی۔
''اس کا سال ضائع نہیں ہوگا......اور یہ انشاء اللہ کل سے کالج جائے گی۔'' زویا نے ان کے قریب آ کر حنا کی بات کو آگے بڑھایا تھا۔
بہر حال سارہ اگلے دن تو کالج نہیں گئی تھی مگر کچھ دن کے بعد زویا نے اسے کالج جانے پر آمادہ ضرور کر لیا تھا......پندرہ سولہ دن کے بعد سارہ جب کالج آئی تو حنا اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ سارہ اپنا موبائل کالج لے آئی تھی، حنا کے سمجھانے پر اس نے پنا موبائل آن کر لیا تھا آدھے گھنٹے کے بعد اسجد کی کال آ گئی تھی۔ اسجد اس سے باہر ملنے کی خواہش کر رہا تھا۔
سارہ کے انکار پر......اسجد نے اس سے آخری بار ملنے اور ایک ضروری بات ڈسکس کرنے کا بہانہ بناتے ہوئے اسے تھوڑی دیر کے لیے باہر ملنے پر بالآخر آمادہ کر ہی لیا تھا۔ سارہ جب کالج گیٹ سے باہر نکلی تو اسجد اس بار بائیک کے بجائے گاڑی لیے کھڑا تھا سارہ فرنٹ ڈور کھول کر آگے بیٹھ گئی......اسجد بھی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔
''کیسی ہو جانِ اسجد؟'' اسجد نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے خاموش بیٹھی سارہ سے پوچھا۔
''ٹھیک ہوں......'' سارہ خالی نظروں سے سڑک پر رواں دواں ٹریفک کو دیکھ رہی تھی۔
''صرف ٹھیک......؟ میرے ساتھ ہوتے ہوئے تو تمہیں بالکل ٹھیک ہونا چاہیے میری جان۔'' اسجد نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔
سارہ خاموش رہی......آج اسے اسجد کی ایسی باتیں اچھی نہیں لگ رہی تھیں......اس نے آہستگی سے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔
''کم آن سارہ، کیا ہو گیا ہے تمہیں؟'' اسجد نے حیرت سے اسے دیکھا۔
''ایسی کون سی بات آپ نے ڈسکس کرنا تھی مجھ سے......جو فون پر نہیں ہو سکتی تھی؟'' سارہ نے جواب طلب نظروں سے اسجد کو دیکھا۔
اسجد گاڑی ایک اجنبی راستے کی اجنبی سڑک پر لا چکا تھا۔
''بتاتا ہوں......اتنی جلدی بھی کیا ہے؟''
''آپ کو نہیں ہے مگر مجھے ہے جلدی......میں زیادہ دیر آپ کے ساتھ نہیں رک سکتی۔'' سارہ نے وضاحت کی۔
اسجد نے گاڑی ایک سائڈ پر روک لی۔
''مگر کیوں......؟''
''اسجد ہر کیوں کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا ہے......آپ مجھے وہ بات بتائیں جسے بتانے کے لیے آپ مجھے یہاں لائے ہیں۔''
''سچ بتاؤں تو ایسی کوئی بات ہی نہیں تھی......بس تمہارا دیدار کرنا تھا......تمہارے ساتھ کچھ پل گزارنے

تھے...... تمہیں اپنی محبت کا احساس دلانا تھا......'' اسجد نے اسے شانوں سے پکڑ کر خود سے قریب کرنا چاہ...... مگر اگلے ہی لمحے سارہ نے اسے پیچھے دھکیل دیا۔

''مجھے ابھی اور اسی وقت واپس چھوڑ کر آئیں، میں شادی سے پہلے مزید یہ سب کچھ نہیں کرسکتی ہوں۔''

''مگر جانِ اسجد...... میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میری محبت کا جواب ہمیشہ محبت سے دو......'' اسجد نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

سارہ نے سرعت سے اس کے ہاتھ پیچھے کردیے۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے؟'' اسجد کو غصہ آیا۔

''آپ مجھے ہاتھ مت لگائیں۔''

''کیوں نہ لگاؤں تمہیں ہاتھ؟ سات پردوں میں رہنے والی کوئی نیک پروین لڑکی نہیں ہو تم......'' اسجد نے غصے میں اس کی کلائی پکڑ کر ایک جھٹکے سے اسے خود سے قریب کیا...... اتنے مہینوں میں پہلی بار سارہ نے اسجد کو یوں غصے میں دیکھا تھا۔

''چھوڑیں مجھے...... یہ کیا کررہے ہیں آپ؟'' سارہ نے بے بسی سے اسجد کو دیکھا۔

''تمہیں یہاں میں نے اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے چھوڑنے کے لیے نہیں بلایا۔'' اسجد کا غصہ ہنوز برقرار تھا۔

''اسجد یہ...... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ اور کس طرح کی باتیں کررہے ہیں آپ؟ چھوڑیں مجھے۔'' سارہ نے ازحد حیرت سے اسجد کو دیکھا اور اپنا آپ اس کی گرفت سے چھڑانے کی بھرپور کوشش کی...... اور گاڑی سے نکلنا چاہا۔

اسجد نے اگلے ہی لمحے اس کے گاڑی سے نکلنے کی کوشش کو ناکام بناتے ہوئے واپس کھینچ لیا...... اور گاڑی لاک کردی۔

''آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتے۔'' وہ روہانسی ہوئی۔

''بات سنو میری......'' اسجد نے سختی سے اسے بازوؤں سے پکڑلیا۔ ''میں نے ایک ہوٹل میں کمرا بک کروا رکھا ہے...... چپ چاپ میرے ساتھ چلو......'' اس نے دوٹوک لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا۔

''میرے ساتھ ایسا کیوں کررہے ہیں آپ؟ کیوں......'' سارہ اس کی ڈیمانڈ سن کر رو پڑی۔

''میرا جب دل چاہے گا میں تمہیں بلاؤں گا اور تمہیں میرے بلانے پر اسی طرح آنا ہوگا...... بہت اٹھالیے میں نے تمہارے نازنخرے...... اب اور نہیں۔'' اسجد کی باتیں سن کر اس کا ذہن ماؤف ہورہا تھا۔

''میں بازار سے خریدی ہوئی کوئی چیز نہیں ہوں تمہارے لیے...... جسے جب جی چاہے گا تم استعمال کروگے...... میں اب تمہارے ساتھ کسی بھی گناہ میں شریک نہیں ہوسکتی۔ اپنی پہلی اور آخری غلطی کر کے جو میں قیمتی چیز کھو چکی ہوں وہ میں بار، بار کبھی نہیں کرسکتی۔'' سارہ کے حتمی انداز پر اسجد ہنسا۔

''اتنے بڑے دعوے......؟''

''دعوے نہیں کررہی، فیصلہ سنا رہی ہوں تمہیں۔'' سارہ کے لہجے میں درشتی تھی۔

''میری جان یہ تو وقت بتائے گا کہ تم آؤ گی اور میرے بلانے پر ہر بار آؤ گی۔''

''چھوڑو مجھے ورنہ...... ورنہ میں شور مچا کر لوگوں سے مدد مانگ لوں گی۔'' سارہ نے ایک بار پھر زور لگایا...... اسجد نے ایک ہاتھ سے اسے قابو کیا اور دوسرے ہاتھ سے ڈیش بورڈ سے اپنا موبائل اٹھالیا۔

"ایسے دعوے بعد میں کرنا پہلے اپنی یہ وڈیوز تو دیکھ لو......" اسجد نے موبائل سے وڈیوز نکالیں......سارہ کا جسم بے جان ہونے لگا......اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کو تھیں......وہ جب، جب اسجد سے باہر ملی تھی......اسجد نے جس، جس طرح سے اس سے اپنی محبتوں کا اظہار کیا تھا وہ سب مناظر سارہ کے سامنے تھے......آخری وڈیو اسجد کے گھر بنائی گئی تھی......وڈیو میں سارہ، اسجد کے بیڈ پر بیٹھی تھی جبکہ وہ اس کے بے حد قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اسجد نے اس کے سر سے چادر اتاری تھی۔ اور پھر......اگلے مناظر وہ پھٹی، پھٹی نگاہوں سے ورطۂ حیرت میں مبتلا دیکھ رہی تھی۔ اسجد کے ساتھ اس کی محبت میں ڈوبے لمحات......اس کا سر چکرانے لگا۔ سارہ کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ رہی ہو۔

"اس دن تمہیں کولڈ ڈرنک میں نشہ آور سیرپ ملا کر پلایا تھا میں نے......اسی لیے تو ہوش و خرد کی دنیا سے بیگانہ ہو گئی تھیں تم......بہر حال میری بات کان کھول کر سن لو......اگر تم نے میری بات نہیں مانی تو اس وڈیو کی سی ڈیز بنوا کر تمہارے گھر، تمہارے محلے اور تمہارے تمام رشتے داروں کے گھر بھجوا دوں گا......اور نیٹ پر اپ لوڈ کر دوں گا......یہ تمام وڈیوز......پھر تمہاری عزت کا جو جنازہ نکلے گا وہ تمہارے گھر والوں کے ساتھ پوری دنیا بھی دیکھے گی۔ اس لیے میری جان آئندہ اتنے بڑے دعوے مت کرنا اور نہ ہی مجھ سے الجھنے کی کوشش کرنا......میں جب جہاں تمہیں بلاؤں، تمہیں وہاں میرے ساتھ چلنا ہوگا......" اسجد کے اس ہولناک انکشاف، اس کے دھوکے اور مکروہ وجود نے سارہ کو جیسے ساتویں آسمان سے زمین پر پٹخ دیا تھا۔

یہ تھی اس کی محبت؟ یہ تھا اس کا عشق......؟ اتنا بڑا دھوکا اتنا بڑا فریب......؟ یہ کیسا عشق کر بیٹھی وہ جس کا اتنا بڑا تاوان لیا تھا اس سے اس نامراد عاشق نے......اس کا وجود کرچی، کرچی ہونے لگا۔

اس سے محبت اور عشق کے نام پر جھوٹی قسمیں کھانے والا، شدید گرمی میں سڑک پر گھنٹوں کھڑا اس کا انتظار کرنے والا......اس کو شادی کے سہانے اور حسین سپنے دکھانے والا وہ شخص......کیا اس کا یہ روپ بھی ہو سکتا تھا؟ وہ شخص جسے سارہ نے دل کی گہرائیوں سے چاہا تھا۔ وہ اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے اسے یوں بلیک میل بھی کر سکتا تھا؟ سارہ کی محبت اس فریب پہ، اس دھوکے پہ چیخ رہی تھی......دہائی دے رہی تھی، بین کر رہی تھی۔

زندگی کی گاڑی نے اسے محبت اور عشق کے نام پر دھوکا دینے والے ایک ایسے اسٹیشن پر اتارا تھا جہاں صرف بدنامی کی دلدل تھی۔ سارہ کے پاس اسجد کو کہنے کے لیے ایک لفظ بھی نہیں تھا۔ وہ ایک زندہ لاش کی طرح بے جان وجود کے ساتھ اسجد کے ساتھ گاڑی میں آبیٹھی تھی اسجد گاڑی کو جانے کن راستوں سے گزار کر ہوٹل کے اس روم میں اس کا ہاتھ تھامے لے گیا تھا جو اس نے بک کروا رکھا تھا......اسے کچھ خبر نہیں تھی۔ اس کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا......وہ کسی روبوٹ کی طرح اسجد کے ساتھ اس کمرے میں آگئی تھی جہاں اسے آکر لگا تھا جیسے سارہ نے شاکر حسین کو دوسری بار خود مارا ہو......دوسری بار ان کی عزت کی دھجیاں اڑائی گئیں......اور ایسا اب بار، بار ہونا تھا، اسے اب روز مرنا تھا......اسے اب روز اس بھیانک وڈیو کے ذریعے بلیک میل ہونا تھا......اور خود کو برباد کرنا تھا۔ عشق نے اس کے ساتھ بڑا ظلم کیا تھا۔ جس کا تاوان اسے آئے دن وصول کرنا تھا۔ گھر سے نکالے ایک غلط قدم نے اسے برائی کی ایسی دلدل میں لا دھکیلا تھا جہاں روز بروز اسے نیچے ہی نیچے دھنسنا تھا۔

وہ تو پہلے دن ہی مر گئی تھی اور اب وہ صرف سانس لیتی ایک لاش تھی۔

پہلے اس سے غلطی سے ایک گناہ ہوا تھا اور اب اسے اس گناہ میں بار، بار ایسی غلطیاں کرنا تھیں۔

☆☆☆

ایشال ہر بار ڈاکٹر عمر کی ڈانٹ کے بعد ایسے ہی افسردہ ہو جاتی تھی اور پھر دو چار دن کے بعد خود ہی ٹھیک بھی

دل کی باتیں

☆محبت کسی ایسے شخص کو تلاش نہیں کرتی جس کے ساتھ رہا جائے محبت تو ایسے شخص کو تلاش کرتی ہے جس کے بغیر نہ رہا جائے۔

☆لوگوں کو اکثر یہ کہتے سنا ہے زندہ رہے تو پھر ملیں گے مگر تم سے مل کر ایسا لگا ملتے رہے تو زندہ رہیں گے۔

☆جب دیواروں میں دراڑیں پڑتی ہیں تو دیواریں گر جاتی ہیں اور جب......دلوں میں دراڑیں پڑتی ہیں تو دیواریں بن جاتی ہیں۔

از: حمیرا نوشین، منڈی بہاؤالدین

خوب صورت بات

ایک جوکر نے لوگوں کو ایک جوک سنایا تو سب لوگ بہت زیادہ ہنسے......اس نے وہی جوک پھر سنایا تو کوئی بھی نہیں ہنسا۔تو پھر اس نے ایک بہت خوب صورت بات کہی۔

"اگر تم لوگ ایک خوشی کو لے کر بار، بار خوش نہیں ہو سکتے تو پھر ایک غم کو لے کر بار، بار روتے کیوں ہو؟"

از: ایمن زرتاب ڈوگر، کمالیہ

ہو جاتی تھی۔اور سب کچھ بھول بھال جاتی تھی۔

مگر اس بار ایسا نہیں ہوا تھا۔ کچھ ٹوٹ سا گیا تھا اس کے اندر......اس کے اندر ایک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ بیٹھے، بیٹھے اسے کچھ یاد آتا اور اس کی آنکھیں بھیگ جاتی تھیں۔اب بھی وہ لاؤنج میں رکھے خوب صورت سے جھولے میں آدھی ترچھی لیٹی پلازمہ ٹی وی پر غائب دماغی سے کوئی پروگرام دیکھ رہی تھی۔

"ہیلو ایشو، کیسی ہو سویٹ ہارٹ کیا ہو رہا ہے؟" عنایہ بالوں میں رولر لگائے ہاتھ میں فروٹ سیلڈ کی پلیٹ پکڑے اس کے پاس جھولے میں بیٹھ گئی۔

"کچھ خاص نہیں......بس ایسے ہی لیٹی تھی۔" ایشال نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اپنے کھلے بالوں کا جوڑا بنایا۔

"ایشو مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی......" عنایہ نے سلاد کھاتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

"کیا بات کرنی ہے؟ سب ٹھیک تو ہے ناں......؟" ایشال نے الجھ کر اسے دیکھا جس کے چہرے پر اطمینان تھا۔

"ایشو، اقصم بہت اچھا ہے......ہمارا فرسٹ کزن ہے اگر تم اقصم کو اپنے لائف پارٹنر کے حوالے سے سوچو تو......آئی تھنک وہ تمہارے لیے بہترین ثابت ہوگا کیا خیال ہے تمہارا؟" ایشال کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا......

"ایسا سوچنا سراسر بے وقوفی ہے، غلط ہے۔ میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی......نو ڈاؤٹ......اقصم بہت جینئس ہے، بہت ہینڈسم ہے اس کا فیوچر بھی بہت برائٹ ہے، وہ کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہو سکتا ہے مگر میں نے اسے کبھی اس حوالے سے نہیں دیکھا۔" اب عنایہ کا اطمینان غائب ہو چکا تھا۔

"ایشو میں مانتی ہوں کہ بچپن سے ہی تم دونوں کا زیادہ وقت لڑائی جھگڑا کرتے ہی گزرا ہے مگر ایک دوسرے کو جب لائف پارٹنر کے حوالے سے دیکھو گے تو ایک دوسرے کے لیے فیلنگز بھی ڈیولپ ہو جائیں گی......تم اقصم کے حوالے سے سوچو تو سہی......میری جان......چلو اتنی جلدی جواب مت دو......کچھ دن اچھی طرح سے سوچ لو......اقصم ایک کمپلیٹ پیکج ہے......اور ویسے بھی ہم سب کی خواہش ہے کہ تم ہمیشہ اسی گھر میں رہو......ہمارے پاس......ہمیشہ ہمارے ساتھ......" عنایہ نے پیار و شفقت سے اسے سمجھایا۔

"عینی آنی نو......تم سب مجھ سے بہت پیار کرتے ہو......مگر پلیز مجھے اس پروپوزل کے لیے فورس مت کرو......اقصم کے لیے میرے دل میں کبھی فیلنگز ڈیولپ نہیں ہو سکتیں......وہ میرے لیے ایک ناٹی فرینڈ کی طرح

ہے۔جس کے ساتھ میں لڑتی جھگڑتی ہوں اور ہم پھر سے ایک دوسرے کے دوست بن جاتے ہیں......بس اس کے علاوہ اقصم سے کوئی اور رشتہ جوڑنا ناممکن ہے میرے لیے......'' ایشال نے جیسے اپنی حتمی رائے دے دی تھی۔

اور عنایہ اس کی باتوں پر چند لمحے یونہی خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

''کیا تمہاری زندگی میں کوئی اور ہے جس کی وجہ سے تم یوں انکار کر رہی ہو؟''

''کم آن عینی......ایسا کچھ نہیں ہے......تم اچھی طرح سے جانتی ہو میری زندگی میں ایسا کوئی مرد نہیں ہے جو میرے لیے اس حوالے سے اتنا اہم ہو۔'' عنایہ کو مطمئن کرتے، کرتے نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں کے سامنے ڈاکٹر عمران آن کھڑے ہوئے تھے۔

''اوکے، میں بڑے پاپا تک تمہاری رائے پہنچادوں گی......اور ہاں......'' عنایہ اٹھتے، اٹھتے ایک بار پھر اس کے پاس بیٹھ گئی۔سلاد کی پلیٹ عنایہ نے سائڈ ٹیبل پر رکھ دی تھی۔ایشال کا جواب سن کر اس کی بھوک ختم ہوگئی تھی۔

''کچھ دن پہلے کی بات ہے تم اقصم کے ساتھ ساجدہ پھپو کی طرف گئی تھیں۔اس دن شام کو عامر انکل اپنی مسز کے ساتھ آئے تھے۔وہ بڑے پاپا اور بڑی ماما سے ارسل کی خواہش پہ تمہارے لیے ارسل کا پروپوزل لے کر آئے تھے......ابھی بڑے پاپا نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا......فی الحال انہیں ٹال دیا ہے۔'' ارسل کا نام سنتے ہی ایشال کا پارہ ہائی ہوگیا تھا۔

''ارسل کی اتنی ہمت کہ وہ میرے لیے اپنا پروپوزل بھیجے......اس کی تو ایسی کی تیسی......'' ایشال شدید غصے میں جھولے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ایشو اس میں اتنا غصہ کرنے والی کون سی بات ہے؟ اس نے تمہارے لیے شریف لوگوں کی طرح سیدھے سادے طریقے سے پروپوزل بھیجا ہے، تمہیں بیوی بنانا چاہتا ہے، تم سے دوستی کرکے تمہیں گرل فرینڈ نہیں بنانا چاہتا وہ۔'' عنایہ نے اسے سمجھایا۔

ایشال غصے میں پیر پٹختے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی......اور عنایہ نے اپنا سر تھام لیا۔نہ جانے وہ کیا چاہتی تھی؟ کمرے میں آکر ایشال غصے میں تھوڑی دیر ٹہلتی رہی پھر اس نے اپنے موبائل سے ارسل کو کال ملائی......دوسری ہی بیل پر کال ریسیو کرلی گئی۔

''زہے نصیب کیا میں اتنا خوش نصیب بھی ہوسکتا ہوں کہ ایشال چوہدری نے مجھے خود کال کی؟'' دوسری طرف ارسل کی آواز میں خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی۔

''شٹ اپ......مجھے تمہاری اس حرکت پر اتنا غصہ آرہا ہے کہ میں بتا نہیں سکتی۔''

''کون سی حرکت......؟ کیسی حرکت......؟ اب میں نے کیا کردیا ہے؟'' وہ انجان بنا۔

''تم نے میرے لیے اپنا پروپوزل بھیجا ہے؟'' ایشال نے دانت پیسے اور دوسری طرف ارسل نے قہقہہ لگایا۔

''اچھا تو میری اس حرکت پر آپ کو اتنا غصہ آرہا ہے......واؤ......''

''تمہاری جرأت کیسے ہوئی کہ تم میرے لیے اپنا پروپوزل بھیجو......'' ایشال کا غصہ کسی صورت بھی کم نہیں ہورہا تھا۔

''مجھ سے فرینڈ شپ آپ کرنا نہیں چاہتیں......تو میں نے سوچا کیوں نہ آپ کو اپنی بیوی بنا کر اپنے پاس لے آؤں......ان فیکٹ آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔'' ارسل کا اطمینان اسے اندر تک تپا گیا۔

''شٹ اپ......تم مجھے بہت برے لگتے ہو......سنا تم نے......'' ایشال نے چیخ کر جواب دیا اور فون بند کر کے سائڈ ٹیبل سے اپنی گاڑی کی چابی اٹھا کر غصے میں تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

جاری ہے